

ہجری کیلنڈر

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ہجرت کی تعریف:..... لیجئے! کیلنڈر نے ایک اور صفحہ الٹ دیا، اب ۱۴۲۳ھ کے بجائے ۱۴۲۳ھ ہے۔ اسلامی کیلنڈر ”ہجری کیلنڈر“ کہلاتا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ ہجرت کی طرف اس کی نسبت ہے، عربی زبان میں ”ہجر“ کے معنی چھوڑنے کے ہیں، اسی سے ہجرت کا لفظ ماخوذ ہے، ہجرت ایک اسلامی اصطلاح ہے، ایمان کی حفاظت یا دین کی اشاعت کی غرض سے ترک وطن کرنے کو ”ہجرت“ کہتے ہیں۔ ”تارکین وطن“ آج کل ایک بین الاقوامی اصطلاح ہے، ہر ملک میں تارکین وطن موجود ہیں، ترقی یافتہ ممالک میں ان کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے، یہ وہ تارکین وطن ہیں، جنہوں نے معاشی اور سیاسی مقاصد کے تحت اپنا وطن چھوڑا ہے، ان کو مہاجرین کہنا ”ہجرت“ کے مقدس لفظ کے ساتھ نا انصافی ہے۔

ہجرت، انبیاء کرام علیہ السلام کی سنت:..... ہجرت دراصل پیغمبروں کی سنت ہے، شاید ہی کوئی پیغمبر ہو جس کو ہجرت نہ کرنی پڑی ہو، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام وغیرہ کی ہجرت کے واقعات تو خود قرآن مجید میں مذکور ہیں، لیکن تاریخ میں ہجرت کے نام سے جو شہرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کو حاصل ہے، اس کی نظیر نہیں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے اور ٹھیک ۴۰ سال کی عمر یعنی ۶۱۱ء میں آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و دیانت اور اخلاقی خوبیوں کا پورے مکہ میں چرچا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بچپن اور جوانی اسی مکہ میں گزارا، نبوت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں نے ہر طرح کی ایذا رسانی کا راستہ اختیار کیا، لیکن کوئی انگلی نہ تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار پر اٹھے اور کوئی زبان نہ تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت و پاکیزگی پر کھلے۔

نبی اکرم کی جدوجہد:..... ۱۳ سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں دعوت دین کی جدوجہد فرمائی، یہ ۱۳ سال ایسے گزرے کہ شب و روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے قرار رہتے کہ کسی طرح اللہ کے بندے اللہ کو پالیں اور صحیح راستہ کی

طرف آجائیں، پورا دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم گلیوں، کوچوں اور بازاروں میں گھوم گھوم کر دعوت دینے میں گزارتے، ایک ایک دروازہ پر پہنچتے اور دروازہ دل کو دستک دیتے، ایک ایک شخص سے ملتے اور اس کی خوشامد فرماتے، لیکن بہت کم لوگ تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا، اکثریت ان لوگوں کی تھی کہ حق کی روشنی ان کے سامنے دو پہر کی دھوپ کی طرح کھل کر آگئی، مگر بت پرستی اور بے دینی کو چھوڑنے پر وہ آمادہ نہیں تھے، کیوں کہ یہی ان کے آباء و اجداد کا مذہب تھا، اس درمیان کوئی تکلیف نہ تھی، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی نہ گئی ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورے خاندان سمیت بایکاٹ کیا گیا، مسلمان لقمہ لقمہ کو ترستے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل خاندان کے ساتھ درخت کے پتے اور چھال تک کھانے پر مجبور تھے، جسم اقدس پر اونٹ کی اوجھ اور غلاظت ڈال دی گئی، گلے میں پھنڈا ڈال کر جان لینے کی کوشش کی گئی، راستے میں کانٹے بچھائے گئے، جملے کسے گئے اور تالیاں پیٹی گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قاتر العقول اور جادوگر مشہور کیا گیا۔

نبی اکرمؐ کی دعا:..... نبوت کے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا رخ کیا، شاید ان کو قبول اسلام کی توفیق ہو، لیکن طائف کی زمین مکہ سے بھی زیادہ سخت ثابت ہوئی، انہوں نے نہ صرف انکار کیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ادبائش لڑکوں کو بھی لگا دیا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر پھینکتے، خاک اڑاتے، ہتے اور تسخر کرتے، جسم ہولناک ہو گیا، نفلین مبارکین میں خون جم گئے، گھٹنے زخمی ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ جاتے، تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا کر دیتے، حضرت زید بن حارثہؓ ساتھ تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاندھوں پر اٹھالیا اور ایک باغ کی پناہ لی، ٹوٹے ہوئے دل اور انگلیاں آنکھوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف متوجہ ہوئے، جب مطمئن ہو گئے تو بڑی ہر درد و عاف فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”الہا! اپنے ضعف و بے سروسامانی کی اور لوگوں کے مقابلے میں اپنی بے بسی کی فریاد آپ ہی سے کرتا ہوں، آپ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں، درمندانہ، بے کسوں کے پروردگار آپ ہی ہیں، آپ ہی میرے مالک ہیں، آخر آپ مجھے کس کے حوالے کر رہے؟ کیا اس حریف بے گانہ کے جو مجھ سے ترش روئی روا رکھتا ہے، یا ایسے دشمن کے جو میرے معاملے پر قابو رکھتا ہے؟؟ لیکن اگر مجھ پر آپ کا غضب نہیں ہے تو پھر مجھے کچھ پرواہ نہیں، بس آپ کی عافیت میرے لئے زیادہ وسعت رکھتی ہے، میں اس بات کے مقابلے میں کہ آپ کا غضب مجھ پر پڑے یا آپ کا عذاب مجھ پر نازل ہو، آپ ہی کے نور جمال کی پناہ مانگتا ہوں، جس سے ساری تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور جس کے ذریعے دین و دنیا کے تمام معاملات سنور جاتے ہیں، مجھے تو آپ کی رضامندی اور خوشنودی مطلوب ہے، آپ کے سوا کہیں سے کوئی قوت و طاقت نہیں مل سکتی۔“

اہل مدینہ کا قبول اسلام:..... خدا کی قدرت دیکھئے، ایمان اور اسلام کی جو حجم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور طائف

کی سرزمین میں بوئی تھی، اللہ اس سے اہل مدینہ کے دلوں کو بار آور فرما رہا تھا، بارش کہیں اور ہو رہی تھی اور ایمان کا آب حیات کہیں اور جمع ہو رہا تھا، حج کے موقع پر مدینہ کے لوگ مکہ آئے، ان کے کان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی طرف متوجہ ہوئے، وہ مخلص اور حق کے متلاشی تھے، ضد اور اکڑ نہ تھی، اس لئے فوراً ہی کانوں سے دلوں تک کا فاصلہ طے ہوا، ایمان لائے اور اہل ایمان کو پناہ دینے کا عہد بھی کیا، مکہ کی زمین بتدریج اہل ایمان پر تنگ سے تنگ تر ہوتی جاتی تھی، بعض مسلمانوں کو گلے میں پھنسا ڈال کر گرم ریتوں پر گھسیٹا جاتا، بعضوں کو سنگتے ہوئے شعلوں پر لٹایا جاتا اور ان کے جسم سے رنے والے لہو سے آگ بجھائی جاتی، کسی کو دھوئیں کی دھونی دی جاتی، بعضے تو بے رحمی سے شہید ہی کر دیئے گئے۔

ہجرت مدینہ:..... لیکن مجال نہ تھی کہ دامن صبر مسلمانوں سے چھوٹ جائے اور حکم خداوندی کے بغیر وہ اپنے طور سے فیصلہ کریں، آخر خود خدا کی طرف سے حکم ہوا کہ مسلمان مکہ چھوڑ کر مدینہ آجائیں، مسلمان آہستہ آہستہ مدینہ آنے لگے اور صرف وہی مکہ میں رہ گئے، جو یہاں سے جانیں سکتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک مکہ ہی میں مقیم تھے اور اپنے بارے میں حکم خداوندی کے منتظر، اسلام کے دشمنوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا، ہر قبیلہ سے ایک ایک نمائندہ لے کر درودولت کا محاصرہ کر لیا، ادھر خدا کی طرف سے صورت حال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے اطمینان کے ساتھ کچھ آیتیں پڑھتے ہوئے اور ایک مشیت غبار حاضرین پر پھیلتے ہوئے باہر نکل آئے اور چھپتے چھپاتے کچھ دنوں میں مدینہ تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سردھڑ پر انعام مقرر ہوا، پیچھا کرنے والوں نے پیچھا کیا اور اپنے تئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق خاص حضرت ابوبکرؓ کی جان لینے کی کوشش میں کوئی کسر نہ رکھی، مگر خدا کی تدبیر کے سامنے ساری تدبیریں اکارت گئیں اور نبوت کا جو آفتاب مکہ میں طلوع ہوا تھا، مدینہ میں مہر نیم روز بن کر روشن ہوا۔

اہل مکہ کی قربانی اور اہل مدینہ کی جاغری:..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں داخل ہوئے تو جشن کا منظر تھا، بچے، بوڑھے، جوان، مرد اور عورت، آقا اور غلام، بڑے اور چھوٹے، دل اور آنکھیں، بچھائے پروانہ وار کھڑے تھے، زبان پر استقبالِ نغمے، نگاہاں شوق بے تاب، یا تو مکہ کی سرزمین مسلمانوں پر تنگ تھی یا پھر مدینہ نے دل و جگر راہوں میں بچھا رکھے تھے، مہاجرین کے لئے پئے قافلوں کو اہل مدینہ نے اپنے یہاں جگہ دی، گھر دیا، دروہا، کھیت اور باغات نثار کئے اور سب سے بڑھ کر اتھاہ محبت اور پیار کی سوغات دی، اہل مدینہ نے جو ایثار کیا، شاید ہی انسانی تاریخ میں اس کی کوئی مثال مل سکے، اہل مکہ کی قربانیاں بھی کچھ کم نہ تھیں، گھر چھوڑا، وطن کی فضاؤں کو خیر باد کہا، اعزہ و اقرباء کی محبت قربان کی اور اپنی پوری دنیا سے منہ موڑ کر ایک ایسی منزل کو چل پڑے جہاں اجنبیت سے سابقہ تھا اور مستقبل مہوہم تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ترک وطن کر کے آنے والوں کو ”مہاجرین“ اور مدینہ کے رہنے والوں کو ”انصار“ کا نام دیا، مہاجرین کے معنی ہیں ”دین کے لئے ترک وطن کرنے والا“ اور ”انصار“ کے معنی ہیں اہل ایمان کی

مدد و نصرت کرنے والا، مسلمانوں میں ان دو طبقوں کے سوا کسی میرے طبقہ کا تصور نہیں، نہ ذات پات کا، نہ قبیلہ اور برادری کا، نہ ملک اور صوبہ کا، نہ زبان کا، کوئی اور تقسیم نہیں جو اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کی گوارا ہو۔

ہجرت کا سبق:..... ہجرت کا یہ واقعہ ایک طرف مسلمانوں کی قربانی اور دین کی حفاظت و اشاعت کے لئے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفقاء عالی مقام کے ایثار و فداکاری کی یادگار ہے اور دوسری طرف آئندہ اسلام کو جو فتوحات اور کامیابیاں حاصل ہوئیں، ان کا مقدمہ، یہ محض مکہ سے مدینہ کی طرف سفر نہیں تھا، بلکہ مغلوبیت سے غلبہ و ظہور کی طرف اور مقہوریت سے طاقت و شوکت کی طرف سفر تھا، بظاہر مسلمانوں پر زمین تنگ ہو رہی تھی، لیکن خدا نے اسی تنگی میں آفاق کی وسعت کو سمور کھا تھا، یہ واقعہ ناامیدیوں میں امید کی کرن سے روشناس کرتا ہے اور حوصلہ شکن حالات میں امید و حوصلہ کا چراغ جلاتا ہے اور اس بات کو بھی یاد دلاتا ہے کہ کیسی کیسی قربانیوں اور جانثار یوں سے خدا کے اس دین کو سر بلند کیا گیا ہے اور کس قدر خون و لہو کے ذریعے حق و صداقت کے اس شجرہ طوبیٰ کی آبیاری فرمائی گئی ہے؟

اسلامی کیلنڈر کی ابتدا:..... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بحیثیت خلیفہ ایک فائل آئی، جس میں تاریخ درج تھی، سال درج نہ تھا، آپ رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ مسلمانوں کا اپنا کیلنڈر ہونا چاہئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجلس شوریٰ میں یہ تجویز رکھی اور غالباً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے پر فیصلہ ہوا کہ اسلامی کیلنڈر واقعہ ہجرت پر مبنی ہونا چاہئے، چنانچہ مہینوں کی ترتیب وہی قائم رہی جو اسلام سے پہلے عربوں میں مروج تھی، محرم سے آغاز اور ذوالحجہ پر اختتام اور سال کا آغاز واقعہ ہجرت کے سال سے مانا گیا، اس طرح ۱۳۳۳ھ کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ ہجرت کو اتنے سال گزر چکے۔

کیلنڈر کی حیثیت:..... کیلنڈر بھی کسی قوم کی اپنی شناخت ہوتی ہے، اس سے قوم و ملت کی تاریخ وابستہ ہوتی ہے، ہجری کیلنڈر پر غور فرمائیے، اس میں اکثر مہینوں کے نام وہ ہیں جو اسلامی عبادات اور مسلمانوں کی مذہبی روایات کی نشان دہی کرتے ہیں اور نام ہی سے ان مہینوں سے متعلق عبادات اور واقعات کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے، دوسری قوموں کے جو کیلنڈر مروج ہیں، وہ بھی ان کے مذہبی افکار و روایات کا مظہر ہیں، یہی حال مہینوں اور ہفتوں کے نام کا ہے، مثلاً Sunday اور Monday کے الفاظ ہی پر غور کیجئے، ان کے معنی ہیں سورج کے دن اور چاند کے دن، چوں کہ اہل یونان کے یہاں ایک دن سورج کی پرستش کے لئے مقرر تھا اور ایک دن چاند کی پرستش کے لئے، اسی لئے مختلف دیوتاؤں کے نام سے دنوں کے نام ہوا کرتے تھے، کچھ اسی طرح کا معنی مہینوں کے نام کے پیچھے بھی کار فرما ہے، اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کیلنڈروں کو قبول نہیں فرمایا، جو اس زمانہ میں مروج تھے۔

ہجری کیلنڈر کی حفاظت، فرض کفایہ:..... پس اسلامی کیلنڈر مسلمانوں کی اپنی ایک پہچان ہے، اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس کیلنڈر کو رواج دیں اور آنے والی نسلوں کو اس کے پس منظر اور اس کی دینی و ملی حیثیت سے واقف کرائیں، علماء نے لکھا ہے کہ ہجری کیلنڈر کے چلن کو باقی رکھنا اور اس کی ترویج کی سعی کرنا فرض کفایہ یعنی امت کا اجتماعی فریضہ ہے۔ یہ کیلنڈر ہمیں ہمارا تشخص یاد دلاتا ہے اور ہجرت کے عبرت آمیز اور معظمت انگیز واقعہ کی طرف ہمیں متوجہ کرتا ہے۔ ☆